داخلی امن اور نفاذِ حدود (سیرت النبی ؐ کی روشنی میں تاریخی، تحقیقی مطالعہ)

*پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
**ڈاکٹر میمونہ تبسم

In 21st century every where in the world there is killing, fraud and lawlessness .every one wants that there should be peace in the world. First time in the history of humanity our Holy Prophet (PBUH) established complete peace in the state of Al madina Al munawara. The principles and rules that our Holy prophet (PBUH) applied for this peaceful revolution can change the whole world and make it completely peaceful. It is a fact that any state cannot progress and prosper without interior peace and which cannot be achieved without the implementation of the teachings of Holy prophet (PBUH). For interior peace there are some fundamental factors which are compulsory. They are as under.

1.peace 2.Religious liberty
3.Fulfillment of agreements 4.Education and training
5.Social stability 6.Economic stability
7.Political stability 8.Elimination of religious sects
9.Equality 10. Supremacy of law
11. Establishment of peace through imposing Islamic punishments.

Teaching of the Holy prophet (PBUH) gives guidance for all these things. He (PBUH) established a peaceful state in a few years because of having good relation with the people. He (PBUH) used to give the people religious liberty and firmly acted on the treaties signed with non Muslims. Non Muslims were treated very well in his government. He (PBUH) established a perfect and solid system of education. In his days there was social, economic and political stability. Every one was living happily with peace and freedom. There was no lawlessness in the state. People were treated equally. There was supremacy of law and punishments were imposed without any discrimination .A few events occurred that show that there was complete peace in the state we can make our society and the whole world peaceful if we follow the teachings of Holy prophet (PBUH). With the advancement of technology and scientific inventions humanity faces numerous changes and problems, and the issue of the end of the article and these findings will eventually attract the attention of relevant circles. The author hopes that this article will definitely open some new avenues for learned circles.

آج اکیسویں صدی میں ہر طرف قتل و غارت، فتنہ وفساد اور دجل وفریب کا طوفان پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔امن وسکون اور چین نام کی کوئی چیز انسانی دنیا میں نظر نہیں آ رہی عقل انسانی کے

* چیئرمین، شعبہ علومِ اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا
** لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تراشیدہ قوانین واصول حیات انسان کو باطمینان آباد کرنے سے قاصر ہیں۔ غیر فطری ازموں اور بیرونی نظریات کے علمبردار انسان کے قصرِ حیات کے دکھ درد دور کرنے سے عاجز ہیں۔

بیسویں صدی کروڑ ہا انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہوئے رخصت ہوگئی بے پناہ سائنسی اور دنیوی ترقی کے باوجود انسانی دنیا کی بنجر اور بیمار روح کے لیے کوئی دوا تیار نہ کی جا سکی۔ آج شرافت صداقت اور ہمدردی غرضیکہ اخلاقی وانسانی تمام قدریں دم توڑ چکی ہیں۔

زندگی اکھڑے اکھڑے سانس لے رہی ہے۔ چمنستانِ رنگ وبو خزاں کی زد میں آ کر نہ صرف بہاروں سے محروم ہو چکا ہے بلکہ اس کی شاخیں بھی آسمان کی طرف منہ کر کے اپنی بربادی کا مرثیہ پڑھ رہی ہیں۔ آج عالمِ انسانیت امن کی تلاش میں سرگرداں ہے ہر ملک خوف وہراس کی فضا میں سانس لے رہا ہے۔ جنگ کے مہیب بادل سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی تباہیاں اپنے دامن میں جہنم کی ہولناکیاں لیے عالم انسانیت کو راکھ بنانے پر تلی ہوئی ہیں اور پتہ نہیں کہ کب یہ آتش فشاں پھٹ پڑے اور تمام دنیا اس کی لپیٹ میں آ کر ابدی نیند سو جائے۔

ان حالات میں دنیا کو کسی ایسی ہستی کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے جو رنگ ونسل اور قوم پرستی کی پستیوں سے بلند ہو کر خالص انسان کی ترقی کے لیے سوچتی ہو جس کے آگے پہاڑوں کی بلندیاں عدل وانصاف کی بساط بچھانے میں رکاوٹ نہ بنتی ہوں اور وہ ہستی صرف پیغمبر امن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے جنھوں نے آج سے پندرہ صدیاں قبل اپنی عالمگیر تعلیمات سے اسلام کی ریاست اوّل مدینہ منورہ میں ایسا امن قائم کر دیا کہ اس وقت کی سپر طاقتیں قیصر وکسریٰ اسلام کی مساوات سے بھرپور تعلیمات کی عظمت سے اپنے تاج وتخت کے لیے خطرات محسوس کرنے لگیں۔

پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے تائید ایزدی سے اپنے ۲۳ سالہ پیغمبرانہ دور میں ایک ہمہ گیر دعوت واصلاح کے ذریعے لوگوں کے عقائد درست کیے۔ شرک اور بُت پرستی کا خاتمہ کیا ان کو اخوت ومساوات کا درس دیا عورتوں کو انکے حقوق دیئے۔ قبائل کی باہمی عداوتیں اور جنگیں ختم کیں کمزوروں اور مظلوموں کی حمایت کی جانی دشمنوں اور اپنے خون کے پیاسوں کو معاف کیا اور ان کو امان دی۔ شرعی سزاؤں کا نفاذ کر کے جرائم اور ظلم وستم کا خاتمہ کیا اور پورے جزیرۃ العرب کو امن وامان کا گہوارہ بنا دیا۔

بقول شبلی نعمانی رحمہ اللہ علیہ:

”نو دس برس کی متواتر اور پیہم کوششوں سے مافوق طاقت بشری تائیدات کے سبب سے اب تمام ملک

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

میں امن وامان قائم ہو گیا۔قریش اور یہودیوں کی سازشوں کا طلسم ٹوٹ گیا قبائل کی خانہ جنگیاں مٹ گئیں تمام رہزن اور ڈاکو جھتے رام ہو گئے''(۱)۔

انسانی تاریخ میں اصلاح معاشرہ اور امن و آشتی کے قیام کا کامیاب ترین انقلاب جو نبی رحمت کے مبارک ہاتھوں سے نہایت مختصر مدت میں جزیرہ عرب میں برپا ہوا اور جس کے اثرات رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔اور جسے اپنانے کی معاصر دور میں بہت ضرورت ہے۔اسی بات کا تجزیہ تعلیمات نبوی کی روشنی میں پیش کیا جارہا ہے۔

امن کے مفہوم و معنی:

امن جس کا مادہ ام ن ہے۔یہ عربی زبان کا لفظ ہے لغوی اعتبار سے اس کے بہت سے معانی ہیں۔

الامن ضد الخوف (۲)(امن خوف کی ضد ہے)۔

صاحبِ منجد امن کے معنی یوں بیان کرتے ہیں: أمـن: أمـنـاً و امـنـاً و اَمـانـاً و أمـنـةً: اطمأنّ فهو امِن (۳)

(امن کا مطلب ہے مطمئن ہونا، بےخوف ہونا)

لفظ امن اطمینان کے علاوہ سلام اور سلامتی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔صاحب المعجم الوسیط لکھتے ہیں:''أمِن: اطمأنّ ولم يخف أمنَ البلدُ. اطمأنّ فيه اهله''(۴)

(امن کا مطلب ہے مطمئن اور بےخوف ہونا اور امن البلد کا مطلب ہے ملک میں اس کے رہنے والے امن میں ہو گئے)۔

امن کے ایک اور معنی اطمینان حاصل ہونے اور خوف سے محفوظ ہونے کی حالت کے ہیں جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ہے: ﴿فَإِذَا أَمِنتُم﴾ (۵)(جب تم بےخوفی اور اطمینان کی حالت میں ہو)۔

امن کے مادہ سے جس طرح مومن بنا ہے اس طرح امین بھی بنا ہے اور امین اسے کہتے ہیں جو صاحب امانت ہو یعنی جو خیانت نہ کرے جس پر لوگ اعتماد کریں اور اپنی چیزیں اور اپنی باتیں اسکے پاس چھوڑ آئیں اور بےفکر و مطمئن ہو جائیں اسی معنی میں پیغمبر کو رسولِ امین قرار دیا گیا۔

امن کے معنی حفاظت وصیانت اور سامانِ زیست کی فراوانی کے بھی ہیں جیسا کہ سورۃ نحل میں ہے:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَداً مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ﴾(۶)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو امن و سلامتی کی حالت میں تھی اس میں سامانِ زیست ہر جگہ سے بافراغت آتا تھا پھر جب اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کے عذاب کا مزہ چکھایا۔

امن کے معنی غم سے نجات کے بھی ہیں جیسا کہ سورۃ آل عمران میں آیا ہے: ﴿ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا﴾(۷) (پھر اس نے تم پر غم کے بعد امن والی اونگھ اتاری)۔

تعارف داخلی امن:

کسی بھی ریاست و حکومت کی کامیابی کا مدار اس ریاست کے اندرونی امن و سکون پر ہوتا ہے اگر ریاست میں امن و سکون قائم ہے تو وہ ریاست تیزی سے ترقی کی طرف گامزن رہتی ہے اور اگر خدانخواستہ کسی ریاست میں امن و امان کا فقدان ہے اور اس میں لوٹ کھسوٹ چھینا جھپٹی، چوری ڈاکے، اقربا پروری، قتل و غارت، فحاشی و عریانی دیگر جرائم موجود ہیں تو ایسی ریاست و حکومت بجائے ترقی کے تیزی سے تنزلی کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔ نتیجتاً معاشرے میں بسنے والے تمام طبقات کے مابین بے چینی و خوف و ہراس بڑھتے بڑھتے مایوسی کے جالے تن لیتا ہے اور ترقی کا عمل بالکل ہی رُک جاتا ہے۔

جب ہم ازمنہ ماضیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ریاست نبوی سمیت وہی ریاستیں آگے بڑھ سکیں اور انہی اقوام کے تمدن نے عالمگیریت کا مقام حاصل کیا جن ریاستوں میں داخلی امن قائم رہا بصورتِ دیگر یہ ریاستیں دوسروں کے لیے تو کیا پیغام چھوڑتیں۔ ان کی اپنی ریاست ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہی ریاست میں داخلی امن و استحکام کے لیے بعض عناصر کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

داخلی امن کے استحکام کے عناصر ترکیبی:

۱۔ امن و امان	۲۔ مذہبی آزادی
۳۔ ایفائے عہد	۴۔ تعلیم و تربیت
۵۔ معاشرتی استحکام	۶۔ معاشی استحکام
۷۔ سیاسی استحکام	۸۔ فرقہ واریت کا خاتمہ
۹۔ مساوات	۱۰۔ قانون کی بالادستی
۱۱۔ اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کے ذریعے قیام امن	

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ا۔ امن و امان:

کسی بھی معاشرے میں داخلی امن و استحکام کا بنیادی عنصر انسان کو اپنے تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ آج کے معاشرے میں ہم محسوس کر رہے ہیں کہ کوئی بھی شخص محفوظ نہیں ہے۔ اس کو قتل کیا جا سکتا ہے لوٹا جا سکتا ہے، اس کی بے عزتی کی جا سکتی ہے وہ کسی بھی تخریب کاری کا نشانہ بن سکتا ہے۔ غرضیکہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے یہ حالت اس وقت کسی ایک ملک کی نہیں ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آج دنیا کو ایک پُر امن معاشرے کی ضرورت ہے جس میں ہر فرد کو اس کا حق ہے کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہ ہو بلکہ وہ اپنے آپ کو محفوظ پائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اہمیت کے پیش نظر سب سے پہلے مدینہ منورہ میں لوگوں کو یہی امن مہیا فرمایا تھا۔ مدینہ کا ہر شخص مومن ہو یا غیر مومن۔ اپنے آپ کو مدنی معاشرہ میں محفوظ سمجھتا تھا کسی کو بھی نہ تو اپنے بارے میں فکر تھی اور نہ ہی اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کے بارے میں۔

عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی مدینہ تشریف آوری پر میں نے آپ کی پہلی تقریر میں یہ الفاظ سنے: ''افشو اا لسلام''(۸) (پیغامِ امن و سلامتی کو عام کرو)۔

اس کے بعد آپ نے مومن کی تعریف کرتے ہوئے درج ذیل حدیث کو اس کی شخصیت کا آئینہ دار قرار دیا۔

''**المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده**''(۹) (مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان اپنے آپ کو مامون و محفوظ پائیں)۔

صلح حدیبیہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کا مقصد محض فتنہ کو ختم کرنا اور آزادی کے عقیدہ کو منوانا تھا۔ اس موقع پر صحابہ کرامؓ ظاہری فتح و غلبہ کے متوقع تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پُر امن معاہدہ کو فتح مبین قرار دیا۔ اس لیے کہ اس معاہدہ کے ذریعہ فتنہ کا سد باب کر کے فریقین نے ایک دوسرے کی آزادی کے عقیدہ کو تسلیم کر لیا تھا، اسی معاہدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح و آشتی کی خاطر اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کو شرائط صلح لکھواتے ہوئے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا(۱۰)۔

میثاقِ مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی کی واضح مثال ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی بعض شرائط کو قبول فرمایا(۱۱) تا کہ مدینہ کے داخلی امن کو محفوظ بنایا جا سکے اور اس کے رہنے والوں میں سے کوئی بھی عدم تحفظ کے احساس کا شکار نہ ہو اور سب امن و آشتی کے ماحول میں آزادی سے رہ سکیں۔ آپ صلی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی شہری کو امن سے محروم نہ فرمایا۔ مدینہ کے ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و استحکام کے قیام پر بہت زور دیا۔ حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اتنے میں ایک شخص آیا اس نے اپنی غربت وتنگ دستی کی شکایت کی پھر ایک اور آدمی آ گیا تو اس نے ڈاکہ زنی کی شکایت کی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی کیا تم نے حیرہ کا شہر دیکھا ہے؟ اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو ضرور دیکھو گے کہ اکیلی عورت حیرہ سے سفر کرے گی اور آ کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا اگر تمہاری عمر اور لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے لیے کھول دیے جائیں گے اور تمہاری عمر اور طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی (زکوٰۃ کا مال) ہاتھوں میں لیے نکلے گا اور سائل کو تلاش کرے گا مگر اسے کوئی سوالی نہ ملے گا جو اس کو قبول کرے۔ بے شک قیامت کے دن اللہ سے ملاقات ہوگی اس وقت اللہ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا جو اس کا حال بیان کرے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا۔

حضرت عدی بیان کرتے ہیں کہ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق میں نے دیکھا کہ اونٹنی پر سوار اکیلی عورت حیرہ سے چلتی اور خانہ کعبہ کا طواف کرتی اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوتا اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے حاصل کیے اگر تم لوگوں کی عمریں طویل ہوئیں تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری پیش گوئی کے مطابق ضرور دیکھو گے کہ کوئی شخص اپنے ہاتھ میں سونا چاندی لے کر نکلے گا اور اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا (۱۲)۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے دور حکومت میں زکوۃ لینے والے نہ ملتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں فرمایا ''ان **دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا** ''(۱۳) (بے شک تمہارے خون تمہارے مال تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ تمہارے اس دن کی حرمت، تمہارے اس شہر کی حرمت اور تمہارے اس مہینہ کی حرمت)۔

۲۔ مذہبی آزادی:

معاشرے کے داخلی امن کے لیے دوسری بنیادی شرط اس معاشرے میں مذہبی آزادی کا حاصل ہونا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست میں امن عامہ کے قیام کے لیے مذہب کی آزادی کو برقرار رکھا اگرچہ دینِ حق کی تبلیغ اور اس کے محاسن کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن کسی کو حلقہ بگوش اسلام ہونے پر مجبور نہ کیا گیا۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ارشاد خداوندی ہے:﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾(۱۴)(دین میں کچھ زبردستی نہیں)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست مدینہ میں بسنے والے یہودی قبائل بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ سے ایک معاہدہ کیا جسے میثاقِ مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ آپ کی امن پسندی اور آزادی دین وعقیدہ کی واضح مثال ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے چند شرائط کا پابند بنایا تاکہ مدینہ کا داخلی امن محفوظ ہوجائے(۱۵)۔

کتاب الاموال میں ہے: کہ کسی غیر مسلم پر اس کے دین ومذہب کی تبدیلی کے سلسلے میں زبردستی نہ کی جائے۔

''ولا یکرھون علی دینھم''(۱٦)(ان (کفار) کے دین میں کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے)۔

پرسنل لاء کی حفاظت:

رسول اللہؐ جو نظام لے کر آئے اس میں کسی قوم کے مذہبی معاملات میں ایسی دخل اندازی جو انکے مذہبی کلچر، تہذیب یا پرسنل لاء میں خلل کے مترادف ہو کر سخت ناپسند کیا ہے۔

''ولا یحال بینھم و بین شرائعھم'' (۱۷)(ان لوگوں اور ان کی شریعتوں کے درمیان حائل نہ ہوا جائے)۔

۳۔ ایفائے عہد:

پیغمبر امنؐ نے امن کے قیام اور فتنہ وفساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے جہاں دیگر اقدامات وہاں غیر مسلموں سے کیے گئے معاہدات اور ریاستِ مدینہ کے داخلی امن کے استحکام کیلئے کیے گئے دیگر تمام معاہدات کو تحفظ بھی دیا تاکہ دوسرے فریقوں کے دلوں میں نفرت پیدا نہ ہو اور معاشرہ بگاڑ سے بچا رہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ﴿إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولًا﴾(۱۸)(عہد کی پابندی کرو بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنا ہوگی)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' لا دین لمن لا عھد له ''(۱۹)(وہ شخص دین دار نہیں جس میں وعدہ وفائی نہیں)۔

سیدنا ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:''اذا جمع اللہ الاوّلین والآخرین یوم القیامة یرفع لکلّ غادرٍ لواء فقیل غدرة فلان بن فلان ''(۲۰)(جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ فلاں ولد فلاں کی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

عہد شکنی ہے)۔

اس حدیث میں آپؐ عہد شکنی کی ممانعت فرما رہے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلاَّ الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئاً وَلَمْ يُظَاهِرُواْ عَلَيْكُمْ أَحَداً فَأَتِمُّواْ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾(۲۱)

مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر انہوں نے تمہارے عہد میں کچھ کمی نہ کی اور تمہارے مقابل کسی کی مدد نہ کی تو ان سے کیا گیا عہد وقت مقررہ تک پورا کرو بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا: ''من قتل معاهداً لم يرح رائحة الجنّة وانّ ريحها لتوجد من مسيرة اربعين عاما'' (۲۲) (جو شخص کسی معاہدؔ جس سے معاہدہ ہو کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا حالانکہ وہ چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے)۔

معاہدات کی پاسداری کے سلسلے میں مسلمانوں کا عمل درج ذیل واقعہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔

دمشق، حمص اور شام کے بعض علاقوں میں جانبازانِ اسلام حق و انصاف کے پھریرے لہرا رہے تھے اس دوران خبر ملی کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہرقل عظیم الشان لشکر لے کر بڑھ رہا ہے اور اس وقت مسلمانوں کی تمام عسکری قوت اس کے مقابلے میں کم تھی۔ تمام مسلم جرنیلوں کو اس مقام پر پہنچنے کا حکم دیا گیا۔ سیدنا خالد بن ولید نے حمص والوں کو یہ خبر سنائی اور سیدنا ابو عبیدہ بن جراح نے دمشق کے بعض علاقوں میں اطلاع دی اور کہا:

''اے اہل ذمہ! ہم نے آپ حضرات سے جو خراج وصول کیا تھا وہ اس لیے تھا کہ ہم آپ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کریں اور بیرونی حملوں سے پناہ دیں مگر افسوس کہ ہم اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتے اس لیے آپ لوگوں نے جو رقمیں دی تھیں وہ سب ہم واپس کرتے ہیں''۔

غیر مسلم رعایا یہ سن کر بلک اٹھی کیونکہ انہیں اپنے ہم مذہب رومی حکمران کے ظلم و ستم کا قدیم تجربہ تھا انہوں نے اپنے محسنوں کو آنسوؤں اور التجاؤں کے ساتھ اور فتح و کامرانی کی خواہشات کے ساتھ رخصت کیا اور کہا مسلمانو! یقیناً آج دنیا میں عدل و انصاف کا بھرم تمہارے ہی دم سے قائم ہے ہم تہہ دل سے اس بات کے آرزومند ہیں کہ تم ہمارے داعی اور حکمران بن کر جلد واپس آؤ (۲۳)۔

۴۔ تعلیم و تربیت:

کسی بھی ریاست کے داخلی امن و استحکام میں تعلیم ایک مثالی کردار ادا کرتی ہے۔ پڑھے لکھے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

معاشرے برائیوں سے دور رہتے ہوئے مثبت اور تعمیری ماحول کی طرف اپنی توجہ گامزن رکھتے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی آج سے چودہ سو سال پہلے اس بات کا اعلان کروا دیا تھا۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ (۲۴) ('اے نبی!' آپ فرما دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں)۔

یہ مکی سورت زمر کی آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کے ابتدائی مراحل میں ہی لوگوں کو علم کی اہمیت سے آگاہ کر دیا تھا کیونکہ آپ کی بعثت ایک ایسے معاشرے میں ہوئی جس میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ آپ کی بعثت کے وقت مکہ میں سترہ آدمی قریشی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ باقی سارا معاشرہ ان پڑھ اور اُمّی تھا۔ جہالت کو دور کیے بغیر کسی قسم کی دعوتی ترقی ناممکن تھی۔ چنانچہ آپ پر وحی کا آغاز ہی جہالت کے خلاف علم سے ہوا علم کے حصول کا ذریعہ چونکہ عام طور پر پڑھنا اور لکھنا ہی شمار ہوتا ہے۔ اس لیے پہلی وحی میں بھی اس کا ذکر کیا گیا۔ پہلی وحی کی آیات یہ تھیں:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ o خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ o الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (۲۵)

(پڑھ اے نبی! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا)۔

علم کو عام کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**طلب العلم فریضة علی کل مسلم**'' (۲۶) (علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)۔

اصحابِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

''**مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم فی السماء یهتدی بها فی ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم او شك ان تضل الهداة**'' (۲۷) (علماء زمین میں آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں جس سے خشکی اور تری پر رات کے اندھیروں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اگر ستارے چھپ جائیں تو ممکن ہے کہ چلنے والے راستے بھول جائیں)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ کے مسلمانوں کی تعلیم کے لیے بھیجا اس وقت تک مدینہ میں کوئی مسجد نہیں تھی حضرت مصعبؓ ایک مکان کو مدرسہ کے طور پر استعمال کرتے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

رہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ نے عبداللہ بن سعیدؓ اور عبادہ بن صامتؓ کو اصحاب صفہ کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر مامور فرمایا۔ مسجد نبوی میں صحابہؓ کے تعلیمی حلقے بنا کر بیٹھنے کا رواج آپ کے سامنے ہی شروع ہو گیا تھا(۲۸)۔

آنحضرت کی تعلیمی پالیسی کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک جامع تعلیم تھی جس پر کسی مخصوص طبقے کی اجارہ داری نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصابِ تعلیم میں مفید دنیوی علوم بھی شامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابتؓ کو سریانی اور عبرانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا۔ دو صحابہ کرام عروہ بن مسعودؓ اور غیلان بن مسلمؓ ٹینک اور منجنیق کی صنعت سیکھنے کی وجہ سے جنگ حنین میں شریک نہ ہو سکے۔ آپ نے خواتین کے لیے مردوں سے الگ تعلیم کا بندوبست فرمایا۔ ایک دن خواتین کی تعلیم اور ان کے مسائل کے جواب دینے کے لیے اپنے وعظ کو مختصر فرمایا اور بعض خواتین کو دوسری خواتین سے لکھنا، پڑھنا سیکھنے کی ہدایت فرمائی(۲۹)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم محض ایک فکر و فلسفہ نہ تھی بلکہ وہ ایک متواتر عمل سے عبارت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَن پڑھ اور جاہل قوم کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر دیا کیونکہ تعلیم ہی ایک ایسی بنیاد ہے جس کی وجہ سے ریاست میں قائم تمام شعبوں میں ترقی کی جا سکتی ہے اور معاشرے میں امن کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

۵۔ معاشرتی استحکام:

ریاست کے داخلی امن کے لیے معاشرے میں بسنے والے تمام افراد کے مابین معاشرتی استحکام کا ہونا ضروری ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے معاشرے کے استحکام اور صلاح کا دار و مدار اس پر ہے کہ معاشرہ کے افراد خیر اور بھلائی کے لیے ایک دوسرے کے مددگار بنیں اور گناہ و ظلم کے لیے ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں۔ قرآن حکیم اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳۰)(نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی میں باہم کسی کی مدد نہ کرو)۔

ہمدردی و خیرخواہی اور ایثار و قربانی کا جذبہ دراصل انسانی بے غرضی اور بے لوثی کی دلیل ہے۔ حدیث کی کتابوں میں ''الحب فی اللہ'' کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے۔ اس جذبہ کے بغیر معاشرہ معاشرہ نہیں ایک بھیڑ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من احبّ للہ و ابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان''(۳۱) (جس شخص نے محبت کی اللہ کے واسطے اور بغض رکھا اللہ کے واسطے اور کسی کو کچھ دیا خدا کے واسطے اور منع کیا خدا کے واسطے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اس نے اپنے دین کو کامل کرلیا)۔

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ** (۳۲) (خدا کے لیے محبت کرنا اور خدا کی راہ میں بغض رکھنا بہترین اعمال میں سے ہے)۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' **المؤمن مرأۃ المؤمن** ''(۳۳) (مؤمن، مؤمن کا آئینہ ہے)

الغرض معاشرے میں معاشرتی استحکام کے لیے اللہ رب العزت نے کلام پاک اور نبیؐ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ معاشرے میں بسنے والے تمام طبقات وافراد کے حقوق بیان کردیئے ہیں جن پر عمل پیرا ہوکر داخلی امن واستحکام کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ جس کے لیے مسلمانوں کے مابین خیرخواہی، بھلائی، ہمدردی اور ایثار جیسے جذبات کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت ایثار کی تعریف کرتے ہوئے کلام پاک میں فرمارہے ہیں ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (۳۴) (اور وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں)۔

۶۔ معاشی استحکام:

داخلی امن واستحکام کے لیے ریاست میں معاشی استحکام بہت ضروری ہے۔ عصرِ حاضر میں یہ مسئلہ انتہائی سنگین صورت اختیار کرچکا ہے انسان کی بنیادی ضرورت بھوک اور افلاس سے نجات ہے۔ اگر اسے بھوک وافلاس کا سامنا نہیں ہوگا تو وہ دن دیہاڑے چوریاں، ڈکیتیاں کرتے ہوئے معاشرے کے داخلی امن میں خلل انداز نہیں ہوگا۔ بصورتِ دیگر وہی حالات ہونگے جن کا سامنا غربت وافلاس کے مارے ممالک کررہے ہیں۔ بھوک وافلاس کا بنیادی سبب وسائلِ رزق تک ہر انسان کی آزادانہ ویکساں رسائی کا نہ ہونا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کا فلسفہ یہ ہے کہ وسائل پیداوار تک رسائی کو محدود سے محدود تر کردیا جائے۔ دولت کو اس طرح سمیٹا جائے کہ دوسروں کے لیے کچھ نہ بچے اور پھر اس دولت پہ سانپ بن کر بیٹھ جائیں۔

اس کے برعکس کمیونزم کہتا ہے کہ سرمایہ دار سے سرمایہ چھین کر سب پر برابر تقسیم کردیا جائے۔ کوئی مالک نہ ہو سب کی ضرورت پوری کی جائے، بے رحم سرمایہ دارانہ نظام یہ نہیں بتاتا کہ اس کے پاس غریب اکثریت کو بھوکا مارتے ہوئے اپنی خودغرضی اور سنگدلانہ استحصال کا قانونی واخلاقی جواز کیا ہے۔ جبکہ کمیونزم یہ بتانے سے قاصر ہے کہ اس کے پاس سرمایہ دار سے سرمایہ چھین لینے کا لائسنس کہاں سے آیا؟ اس کے مقابلے میں سیرت وتعلیماتِ نبوی کا پیش کردہ نظامِ اقتصادیات اعتدال اور انسانی ہمدردی (جسے ایثار وانفاق کا نام دیا گیا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہے) کے اصول پر قائم ہے۔ وسائل رزق تک رسائی سب کا مساویانہ حق ہے اور اتھارٹی کا فرض ہے کہ وسائل تک رسائی کے مساویانہ حق کو یقینی بنائے۔ قرآن کریم وسائل رزق اور دولت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل قرار دیتا ہے جس کی تلاش سب کا حق بھی اور فرض بھی اس پر اجارہ داری یا رکاوٹ قانون اور اخلاق سے ماوراء ہے۔ دولت مند اپنی دولت کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی امانت سمجھ کر اس میں بخل نہ کرے اور اسراف سے بچے اس کے ساتھ ہی دولت کو وراثت زکوٰۃ صدقات خیرات اور اس میں تنگ دست اور محروم کو شریک کیا جائے اور خود نادار و تنگ دست کو شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ اپنے خون پسینے کی کمائی ہی بہترین رزق ہے۔ کمائی کرنے والا اللہ کا محبوب ہے لینے والے ہاتھ سے دینے والا ہاتھ افضل ہے۔

سورہ بلد کی آیات بینات کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنے لیے ابنائے جنس کے حوالے سے جو مشن اور فریضہ سونپا ہے وہ یہ ہے کہ انسانیت کو بھوک سے تحفظ فراہم کیا جائے۔ ہر فرد کا یہ مشن ہے کہ دوسرے کی غربت و افلاس کا علاج کرے۔ اپنے بھائی کا لقمہ چھینے نہیں بلکہ اپنا لقمہ بھی اسے دیدے۔ یہی ہے اسلام کا وہ جذبہ ایثار و انفاق پر مبنی معاشی نظام جسے آج سے چودہ سو سال قبل نبی اکرمؐ نے ریاست مدینہ میں لاگو کیا تھا اور اس ریاستِ اسلامی کو فلاحی مملکت بنا دیا تھا۔ غریب و امیر کے مابین لین دین کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اعطوا الا جیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ'' (۳۵) (مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو)۔

۷۔ سیاسی استحکام:

سیاسی استحکام بھی ایک ضروری امر ہے۔ ریاست میں اگر سیاسی استحکام ہے وہاں حکومتیں سیاسی انتشار و افراتفری کا شکار نہیں ہیں تو اس ریاست کی انتظامیہ اپنے عوام کی فلاح و بہبود کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے ملک کو ہر شعبہ میں خوشحال و فعال بنانے میں اپنا کردار ادا کریگی جبکہ سیاسی انتشار و افراتفری ریاست کے حکمران کی توجہ عوامی فلاح کی طرف نہیں ہونے دے گا بلکہ اسے اپنے ہی پاؤں مضبوط کرنے کی فکر رہے گی۔ اس لیے ریاست میں داخلی امن کے قیام کے لیے سیاسی استحکام بہت ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری ریاست مدینہ کو اندرونی خلفشار سے بچانے کے لیے مسلسل تدابیر کیں۔ آپ نے مواخات اور میثاق مدینہ کے علاوہ قریبی قبائل سے معاہدے کیے۔ اس طرح مدینے کے گرد و نواح میں دوستی کا اضافہ ہوا اور مخالفتوں میں مسلسل کمی ہوتی چلی گئی۔ مسلمانوں کی قوت اور اسلام کے سیاسی استحکام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تدبیر یہ اختیار فرمائی کہ عرب میں جو شخص خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو وہ ہجرت کر کے مدینہ یا مدینہ کے مضافات

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

میں آبسے تا کہ مسلمانوں کی آبادی بڑھنے سے فوجی و سیاسی پوزیشن مضبوط ہو (۳۶)۔

داخلی امن واطمینان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ریاست کے سیاسی خارجی معاملات درست ہوں اور کوئی بیرونی ریاست اسلامی ریاست کو سیاسی طور پر عدم استحکام کا شکار نہ کر سکے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تدبر و تنظیم کے سبب سیاسی خارجہ امور میں اسلامی ریاست کو عزت و وقار سے ہمکنار کیا۔ آپ نے ریاستِ مدینہ کو سیاسی استحکام کیلئے درج ذیل امور انجام دیئے۔

۱۔ آپ نے کفارِ مکہ قریش کے دوستوں سے تعلقات قائم کیے تا کہ مسلمان کے دوست زیادہ ہوں اور ان کی پوزیشن سیاسی طور پر مستحکم ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف معاہدات پر نظر ڈالی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کا یہ اصول بڑا مؤثر معلوم ہوتا ہے۔ بیعتِ عقبہ میں مدینہ کے جو لوگ مسلمان ہوئے وہ اصل میں قریش سے معاہدہ کرنے آئے تھے (۳۷)۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیاسی تدبر کی ایک مثال صلح حدیبیہ ہے جو بقول ڈاکٹر حمید اللہ عہدِ نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار ہے مسلمانوں کو دو خطرے تھے شمال میں خیبر اور جنوب میں مکہ دونوں سے ایک ہی وقت میں مقابلہ ممکن نہ تھا اور دونوں کی آپس میں بڑھتی ہوئی دوستی کو روکنا ضروری تھا۔ آپ کو اس بات کا احساس تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر حملے کی صورت میں اس امر کا قوی اندیشہ تھا کہ دوسرا مدینے پر چڑھائی کر دے گا۔ صلح حدیبیہ میں قریش کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانبدار رہیں گے یہ ایک زبردست سیاسی فتح تھی جو مسلمانوں نے حاصل کی کیونکہ قریش کو اس وقت مؤثر مدد دینے والے صرف اہل خیبر ہی رہ گئے تھے ان کو الگ کرنے اور پھر تباہ کر دینے سے قریش کا آئندہ کوئی مددگار نہ رہا۔ اس اصول کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ قریش کے چاروں طرف مسلمان یا مسلمانوں کے حلیف قبائل جمع ہو گئے۔ قبائل اسلم خزاعہ کی مثال نمایاں ہے جو مکے کے اطراف میں رہتے تھے (۳۸)۔

ایک اور تدبیر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائی وہ دشمن کی تالیف قلبی تھی۔ قرآن پاک نے زکوٰۃ خرچ کرنے کی جو مدات مقرر کی ہیں ان میں ایک مؤلفۃ القلوب ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ﴾ (۳۹) (اور صدقات) ان لوگوں کے لیے ہے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو)۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ تا کہ دشمن کے ایک طبقے کا دل موہ لینے کے لیے دولت خرچ کی جائے۔ چنانچہ کئی قبیلے اس وجہ سے مسلمان ہوئے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مذکورہ چند مثالوں سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک داخلی امن و اطمینان کے لیے سیاسی استحکام کی اہمیت کس قدر زیادہ تھی۔

۸۔فرقہ واریت کا خاتمہ:

داخلی امن و استحکام کے لیے عصرِ حاضر میں فرقہ واریت کا خاتمہ بہت ضروری ہے آج مسلمان آپس میں فرقوں میں بٹ کر اختلاف و انتشار کا شکار ہو چکے ہیں اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر اسلحہ تانے ہوئے ہے جس کا نقصان اس قدر شدید ہے کہ امتِ مسلمہ ان گروہی انتشارات کے سبب عالمی طاغوتی و استعماری طاقتوں کے خلاف چیلنجز کے مقابلے کی صلاحیت و استعداد سے محروم ہو چکی ہے آج سے چودہ سو سال قبل قرآن نے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (۴۰) (مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) کا جو سبق دیا تھا ان فرقوں میں پڑ کر ہم یہ سبق بھول چکے ہیں۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا**'' (۴۱) (ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا بعض حصہ دوسرے بعض حصّے کو مضبوطی عطا کرتا ہے)۔

جس طرح عمارت کی ایک اینٹ دوسری سے جڑ کر ایک دوسری کیلئے مضبوطی کا باعث ہیں ایسے ہی مومن بھی ایک دوسرے کے لیے مضبوطی کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ مسلمانوں کو لواءِ اسلام کے نیچے متحد رکھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر مسلمانوں میں آپس میں ہی پھوٹ پڑ گئی تو پھر یہ کسی کا فر قوم کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوہ بنی المصطلق کے دوران مسلمانوں کے درمیان پیش آنے والے ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ: ''ایک دن چشمہ سے پانی لینے پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ انصاری نے عرب کے قدیم طریقہ پر یا للانصار کا نعرہ مارا۔ مہاجر نے بھی یا معشر المہاجرین کے نعرہ سے جواب دیا۔ نعرے سن کر قریش و انصار نے تلوار کھینچ لیں اور قریب تھا کہ جنگ چھڑ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان نعروں کو سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر انتہائی غصّے کے آثار نمودار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بدبودار نعرے کو ترک کرو'' (۴۲)۔ مسلمانوں کا اتفاق اور فرقہ واریت کا خاتمہ داخلی امن کے لیے ضروری ہیں۔

۹۔ مساوات:

داخلی امن و استحکام کے قیام میں احترامِ انسانیت و مساوات بھی اعلیٰ مقام کی حامل صفات ہیں۔ آج

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

معاشرے کی گراوٹ کی وجوہات میں سے ایک وجہ احترام انسانیت و مساوات کا ختم ہو جانا اور انسانوں کے مابین معاملات کی انجام دہی کے پیمانوں کا مختلف ہونا ہے۔ جس سے بے شمار معاشرتی معاشی و سیاسی مسائل جنم لے رہے ہیں۔

اسلام نے مساوات انسانی کے مسئلہ کو اپنے مخصوص اور متوازن انداز میں قرآن و حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَنِسَاء﴾ (۴۳) (اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار (یعنی آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے ہی اس کے جوڑے کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ انسان ہونے کے ناطے تمام انسان برابر ہیں لہذا تمام انسان اسلام کی نظر میں برابر ہیں۔ قبیلہ، جنس اور نسب وغیرہ کے فرق سے ان میں کوئی امتیاز نہیں بلکہ سب کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الناس سواسية كاسنان المشط" (۴۴) (تمام لوگ آپس میں کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں)۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ليس لاحدٍ علىٰ أحد فضل الابالدين أو بالتقوى" (۴۵) (کسی کو بھی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں مگر دین یا تقویٰ کی بناء پر ہے)۔

اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " لا فضل لعربي علىٰ عجمىٰ ولا لعجمي علىٰ عربي الا بالتقوىٰ" (۴۶) (کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے فضیلت کا معیار تو خوف خدا ہے)۔

اسلامی مساوات کے اس جذبہ کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جیوش کی قیادت سیدنا بلال بن رباح، سیدنا زید بن حارثہ اور سیدنا اسامہ بن زیدؓ وغیرہ کو سونپی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اسلام میں محمود و ایاز نہ صرف ایک صف میں کھڑے ہوئے ہیں بلکہ بعض دفعہ ایاز امام ہوتا ہے اور محمود مقتدی۔ پھر مساوات اور عدالت کے جذبہ کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال سے قبل یہ اعلان فرمایا:

"انما انا بشر رجل كنت اصبت من عر ضه شيئاً فهذا عرضى فليقتص وأيّما رجلٍ كنتُ أصبتُ من بشَره شيئاً فهذا بشري فليقتص وأيّما رجلٍ كنتُ أصبتُ من ماله شيئاً

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

فهـذا مـالـي فليأخذ " (۴۷) (میں ایک انسان آدمی ہوں۔ اگر میں نے کسی کی بے عزتی کی ہو تو مجھ سے بدلہ لے لے۔ اگر میں نے کسی کے جسم پر ضرب لگائی ہو تو میرا جسم حاضر ہے مجھ سے بدلہ لے لے اگر میں نے کسی کے مال سے کچھ لیا ہو تو یہ میرا مال ہے وہ لے لے)۔

مساوات پہ مبنی قرآن وسنت کی یہ تعلیمات داخلی امن واستحکام کے قیام میں بہت اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ جب معاشرے کے بسنے والے تمام افراد اسلام کی مساوات پہ مبنی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حقوق ومعاملات کی انجام دہی کر رہے ہونگے تو باہمی محبت والفت کا قیام ایک یقینی امر ہوگا۔

۱۰۔ قانون کی بالادستی:

داخلی امن واستحکام کے لیے قانون کی بالادستی ضروری ہے۔ مجرم جرم کر لینے کے بعد کتنا ہی عالی نسب کیوں نہ ہو اسلامی تعلیمات اس پر سزا کے نفاذ کو ضروری خیال کرتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قریشی قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت فاطمہ (جس نے چوری کر لی تھی) کو لایا گیا لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی سفارش کے لیے بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے ناراض ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ سے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کرتے ہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے تھے کہ ان میں جب کوئی طاقتور چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی ضعیف چوری کرتا تو سزا دیتے۔ "والذی نفسی بیده لو فاطمة فعلت ذلك لقطعت يدها" (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کے ہاتھ کو بھی کاٹ دیتا (۵۷)۔

یہ ہے قانون کی بالادستی کے آئینہ دار وہ الفاظ جو سزاؤں کی انجام دہی میں امتِ مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ بن کر امن وسکون کے قیام میں حدود اللہ کے نفاذ کی طرف ہمیں متوجہ کرتے ہیں۔

۱۱۔ اسلامی حدود وتعزیرات کے نفاذ کے ذریعے قیامِ امن:

نبی امن وآشتی نے جزیرہ عرب میں اسلامی حدود وتعزیرات کے بے لاگ نفاذ کے ذریعے بھی امن وامان قائم کیا اور بدامنی کا مکمل خاتمہ کر دیا۔

اسلامی شرعی سزاؤں کا خاصہ یہ ہے کہ اگر معاشرے میں ان کا صحیح نفاذ کر دیا جائے تو اس کے نتیجے میں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

یقینی امن وامان قائم ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں اس کی مثال سعودی عرب ہے۔

اس کے برعکس انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے ذریعے معاشرے میں امن وامان کی ضمانت نہیں دی جاسکتی ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس کے حدود وتعزیرات بھی اپنی ایک فطری بنیاد رکھتے ہیں۔ انسانی فطرت طبقا جرم کرنا پسند کرتی ہے اور اس کے ارتکاب پر مجرم کے لیے کوئی نہ کوئی سزا تجویز کرتی ہے۔ جرم پر سزا ایک فطری اصول ہے جس سے انکار کرنا بدیہیات کا انکار کرنا ہے۔ کوئی بے عقل آدمی ہی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ کسی جرم پر کوئی سزا نہیں ہونی چاہیے اور یہ کہ مجرم تو ایک قسم کا ذہنی مریض ہوتا ہے اور ذہنی مریض کسی کی سزا کا نہیں بلکہ ہمدردی کا مستحق ہے۔

اسلام نے معاشرے میں نفاذِ حدود کے دو ہدف متعین کیے ہیں ایک جزاء اور دوسرا قرآن کریم نے چوری کی سزا بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ (۴۸) (یعنی چوری کی یہ سزا اللہ کی طرف سے ایک تو جرم کی پاداش ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ عبرت کا سامان بھی ہے)۔

جزاء کا مطلب یہ ہے کہ ہر جرم پر اس کی نوعیت کے اعتبار سے نسبتاً سخت سزا رکھی گئی ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں سزا کا خوف پیدا ہو اور وہ جرم کے ارتکاب کی ہمت نہ کریں۔ نکال وعبرت کا یہ مفہوم ہے کہ سزا کا نفاذ سرِ عام کیا جائے تاکہ مجرم کو جب سزا ملے تو یہ سزا معاشرے کے دوسرے افراد کے لیے بھی تازیانہ عبرت کا کام دے جس کے بعد وہ بھی قانون شکنی سے باز رہیں۔ چند اسلامی حدود وتعزیرات کی تنفیذ سیرت النبی کی روشنی میں پیش کی جارہی ہے۔

حدّ زنا:

جب انسان اپنی جذبہ جنون سے مغلوب ہو کر زنا جیسے مذموم وممنوع فعل کا اقدام کرتا ہے تو اس وقت اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ صنفِ نازک کا ایک ہی فرد بہت سے انسانوں کی خواہش نفس کا مرکز بن جاتا ہے اور ہر شخص اس سے اپنی آتشِ نفس بجھانے کا متمنی ہوتا ہے اس کا لازمی نتیجہ انساب میں اشتباہ، ہتکِ عزت، حقوق کی پامالی اور کبھی کبھی خونریزی اور باہمی جنگ کی نوبت بھی آتی ہے۔ اجماعی نقطہ نظر سے اگر غور کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ جرم ان جرائم میں سے ایک ہے جن کی مضرتیں انسانی تمدن اور نظامِ امن پر حملہ آور ہو کر تہذیب ومعاشرت کی متاع کو تاراج کر ڈالتی ہیں چنانچہ اس کے لیے سزا بھی سخت رکھی گئی ہے کہ اس کا مرتکب اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے ۱۰۰ کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال جلاوطن کیا جائے۔ ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾(۴۹) (زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں زنا کے مرتکب شادی شدہ ماعز کو رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ سیدنا بریدہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر افسوس جا چلے جا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ اور اللہ کے حضور توبہ کر وہ چلے گئے اور تھوڑی دور جانے کے بعد پھر واپس آ گئے اور پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر وہی الفاظ دہرائے وہ پھر چلے گئے اور تھوڑی دور جانے کے بعد پھر واپس آ گئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا یہ مجنون تو نہیں ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ نہیں بلکہ یہ ہوش وحواس سے بات کر رہے ہیں۔ ایک شخص نے اٹھ کر ان کے منہ کو سونگھا کہ کہیں شراب تو نہیں پی ہوئی لیکن انہیں شراب کی کوئی بو نہ آئی آپ نے پھر ماعزؓ سے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ زنا کی سزا کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی جی ہاں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اور انہیں سنگسار کیا گیا (۵۰)۔

ایسے ہی قبیلہ غامدیہ سے ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے بھی یہی سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی یہی فرمایا کہ واپس چلی جا اور اللہ کے حضور توبہ استغفار کر اور اپنے گناہوں سے توبہ کر، اس عورت نے عرض کی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسی طرح واپس لوٹا رہے ہیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ بن مالکؓ کو واپس لوٹایا تھا۔ اس نے کہا میں زنا سے حاملہ ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے فرمایا تو اس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا تو واپس چلی جا اور وضع حمل کے بعد آنا انصار کے ایک شخص نے اس کی کفالت کا ذمہ لیا یہاں تک کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس شخص نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غامدی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ابھی اسے رجم نہیں کریں گے کیونکہ اس کا بچہ ابھی بہت چھوٹا ہے اور اس کی رضاعت کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے، پس انصار میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کی رضاعت کا ذمہ لیتا ہوں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم (سنگسار) فرمایا (۵۰)۔

یہ دونوں واقعات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کے پیش نظر ان حضرات نے اپنے آپ کو رضامندی سے حدود کے نفاذ کے لیے پیش کر دیا یہ اسلام کی ابدی تعلیمات ہی کے ثمرات تھے۔ چند

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گنے چنے واقعات بھی پیش آئے۔لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی۔آج بھی بگڑے معاشرے کا یہی علاج ہے۔

حدّ قذف:

کسی شریف مرد یا عورت پر زنا کی تہمت اور جھوٹا الزام لگانا صرف اسی کے لیے رسوائی اور اذیت کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اس سے خاندانی عداوت کا شاخسانہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور انتقامی جذبے کی آگ بھڑک کر جنگ وجدل کی نوبت آجاتی ہے۔اس کے علاوہ زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی ایک بے بنیاد شبہ کی بنا پر ناخوشگوار ہوجاتے ہیں اور امن وامان کی صورتحال تہ وبالا ہوجاتی ہے۔لہذا اس کے مرتکب کو ۸۰ کوڑے لگانے کا حکم دیا گیا۔چنانچہ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر جب حسان بن ثابتؓ مسطح بن اثاثہؓ اور حمنہ بنت جحش نے منافقین کی باتوں سے متاثر ہوکر حضرت عائشہؓ پر لگائی گئی تہمت میں شامل ہوگئے اور پھر اللہ رب العزت نے ان کی برأت قرآن کریم میں نازل فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے منبر پر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابتؓ مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش پر حدِ قذف کا حکم صادر فرمایا(۵۲)۔

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(۵۳)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں کہ چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو ۸۰ کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔

حدّ سرقہ:

انسان جب کسبِ معاش کا کوئی صحیح ذریعہ نہ پاکر اور کفافِ زندگی کا کوئی سہارا باقی نہ دیکھ کر چوری کو ذریعہ معاش بناتا ہے تو نہ صرف اپنے لیے بلکہ بہت سے دوسرے انسانوں کے لیے بھی ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے چنانچہ اس کے لیے سزا بھی سخت ترین تجویز کی گئی کہ ایسے جرم کے مرتکب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔چنانچہ ایک حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال کی چوری پر جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی ایک شخص کا ہاتھ کاٹا(۵۴)۔

ارشادِ ربّانی ہے:﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُواْ أَيْدِيَهُمَا جَزَاء بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (۵۵)(چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے)۔پاکستان میں اس جرم کے انسداد کے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

لیے اسلام کی سزا کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ آج کے اخبار میں صرف بہاول پور میں چوری کے آٹھ واقعات کی نشان دہی کی گئی ہے(۵۶)۔

رہزنی وقزاقی:

تمدنی زندگی پر حملہ کرنے والے جرائم میں قزاقی ایک بڑا جرم اور بدترین معصیت ہے۔ ڈاکوؤں کی اچانک اور ظالمانہ حرکتوں سے امنِ عامہ بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور کوئی شخص بھی جان و مال اور عصمت کو محفوظ نہیں پاتا اور ان سے حفاظت کی فوری تدبیر سے بالکل قاصر و مجبور محض ہوتا ہے۔ لہذا اس جرم کے مرتکبین کے لیے جلاوطنی، قتل، پھانسی یا دونوں ہاتھ کاٹنے یا دونوں پاؤں (یا ایک ہاتھ اور مخالف سمت کا پاؤں) کاٹنے کی سزا رکھی گئی۔

﴿إِنَّمَا جَزَاء الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَسْعَوْنَ فِيْ الأَرْضِ فَسَاداً أَن يُقَتَّلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الأَرْضِ﴾(۵۷)

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کردیے جائیں)۔

شراب نوشی:

عقل انسان کا ایک مابہ الامتیاز جوہر ہے جو اخروی فوز وفلاح اور دنیوی کامیابیوں کا ذریعہ ہے اسی کی بدولت وہ خیر و شر اور صحیح وغلط میں فرق وتمیز کرتا ہے جبکہ شراب نوشی انسانیت کے اس امتیازی جوہر کو معطل و بے کار اور تعقل وتفکر سے محروم کردیتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی سے عالم بدمستی میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوجاتی ہیں جو انسانیت کے لیے ننگ و عار اور امن اجتماعی کے لیے مفسدہ عظیم بن جاتی ہیں چنانچہ اسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے ۴۰ کوڑوں کی سزا متعین کی گئی۔ حضرت معاویہ بن سفیان صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شراب پیئے تو اسے کوڑے لگائے جائیں دوبارہ پیئے تو پھر کوڑے لگائیں۔ تیسری بار پیئے تو پھر کوڑے لگائے جائیں پھر اگر پیئے تو اسے قتل کر دیا جائے(۵۸)۔

جرائم کی مذکورہ بالا مثالیں ان بدترین جرائم میں سے ایک ہیں جن کے مہلک جراثیم نظام امن وامان کو

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تباہ و برباد کرڈالتے ہیں۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود اللہ کو معاشرے میں رائج کر کے اوران پر عمل پیرا ہو کر ریاست نبوی کے معاشرے کو ایک پر امن اور مثالی معاشرہ بنا دیا اور پوری انسانیت کو یہ پیغام دے دیا کہ داخلی امن واستحکام کا قیام بغیر حدود اللہ کے نفاذ کے ناممکن ہے۔

حدود وتعزیرات کے نفاذ کا فائدہ:

حدود وتعزیرات کا نفاذ انسان کی اجتماعی زندگی کو پورے امن و عافیت کے ساتھ بسر کرنے کا ذریعہ بنتا ہے ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی میں برائیاں رواج نہ پائیں بدچلنی روکی جائے اور معاشرے میں بدنظمی و بے راہ روی پیدا نہ ہونے پائے۔یہی وجہ ہے کہ ان برائیوں اور جرائم کی سخت سزا رکھی گئی جن کا برا اثر نہ صرف اصل مجرم تک ہی محدود رہتا ہے بلکہ اس سے پورے سماج اور معاشرے کی فضاء متاثر ہوتی ہے اور دوسرے بے شمار انسانوں میں دیکھا دیکھی معصیت کے رجحانات اور جذبات پیدا ہوتے ہوں حتی کہ رفتہ رفتہ اس کثرت سے یہ جرائم ہونے لگیں گے تو کہ ان کی اصلاح اور روک تھام دشوار ہو جائے گی کوئی نظام اس وقت کے امن وامان کا نظام نہیں کہلاسکتا جب تک اس طرح کے جرائم کے سدّ باب کے لیے معمولی سزاؤں اور محض ترغیب وترہیب پر اکتفا کیا جائے گا بلکہ اس کے لیے عین مصلحت اندیشی اور حکمت عملی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جو نظامِ امن کے لیے کسی بھی طرح مہلک ثابت ہوتا ہو تو اسے ایسی سخت اور عبرتناک سزا دی جائے جس سے نہ صرف وہ خود اس کے اعادے سے باز آجائے بلکہ وہ تمام لوگ بھی جو اس جرم کی طرف طبعی میلان رکھتے ہوں لرز جائیں اور ارتکاب جرم کی ہمت و جرات نہ کر سکیں وہ سزائیں صرف اسلام کی مقرر کردہ ہی ہیں۔

عصرِ حاضر اور پاکستان میں داخلی امن وسلامتی:

بعثتِ نبوی سے ان تمام خرابیوں کا قلع قمع ہوگیا جو قیام امن کے راستے میں رکاوٹ تھیں جس کے نتیجے میں امن کی فضاء بحال ہوئی۔آج پندرہ سو سال بعد بھی انہی تعلیمات کی روشنی میں ہی امن قائم کیا جاسکتا ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔وطنِ عزیز پاکستان میں قائم ہونیوالی حکومتوں کا قیام امن میں مخلص نہ ہونا بجائے خود ایک عظیم لمحہ فکر یہ ہے کیونکہ اقتدار کے حصول اور اسکے تحفظ کی خاطر تمام شرعی اخلاقی اور ملکی قوانین نظرانداز کر دیئے جاتے ہیں اور پھر امتیازات قائم کر کے ہر موڑ پر انہی لوگوں کو نوازا جاتا ہے جو سیاسی وابستگیوں کے حامل ہوتے ہیں۔انکے ظالم یا مظلوم ہونے کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی۔ظاہر ہے کہ جب قانون حکومتی جماعت

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کے زیر اثر ہوگا حکومتی میڈیا اس جماعت کی جاگیر شمار ہوگی اور ذمہ دار حضرات لاقانونیت کی سرپرستی کریں گے تو امن کا قیام محض ایک خیال رہے گا۔

لہٰذا وطنِ عزیز پاکستان میں داخلی امن واستحکام کے لیے ضروری ہوگا کہ نبوی تعلیمات کی روشنی میں جن اقدامات کا ذکر مذکورہ بالا سطور میں کیا گیا ہے۔ان کے اجرا اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ذمہ دارانِ حکومت پورے اخلاص کا مظاہرہ کریں اور بلا استثناء قانون شکنی کے افراد پر سزا کا اجراء ہو تو ان شاء اللہ وطنِ عزیز امن کا گہوارہ ثابت ہوسکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ (الفیصل ناشران کتب لاہور، ۱۹۹۱ء) ۲/۱۳۔
۲۔ ابن منظور الافریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب (مکتبہ دار الفکر بیروت ۱۹۹۰ء) ۱۳/ ۲۱۔
۳۔ لویس معلوف، المنجد (خزینۂ علم وادب لاہور) ص ۳۷۔
۴۔ دکتور ابراھیم ورفقائه ، المعجم الوسیط (المکتبۃ العلمیہ، تہران)، ۱/۲۷۔
۵۔ البقرہ (۲) ۲۳۹۔
۶۔ النحل (۱۶) ۱۱۲۔
۷۔ آل عمران (۳) ۱۵۴۔
۸۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن (دار السلام، الریاض) ص ۴۷۲، حدیث نمبر ۳۲۵۲۔
۹۔ مسلم، بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح (دار السلام الریاض، ۱۹۹۸ء) ص ۴۰، حدیث نمبر ۱۶۱۔
۱۰۔ ایضاً ص ۷۹۵، حدیث نمبر ۴۶۳۱۔
۱۱۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۱۸۳۔
۱۲۔ بخاری، الجامع الصحیح (دار السلام، الریاض) ص ۶۰۳، حدیث نمبر ۳۵۹۵۔
۱۳۔ ایضاً ص ۲۸۰، حدیث نمبر ۱۷۴۱۔
۱۴۔ البقرہ (۲) ۲۵۶۔
۱۵۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۱۸۳۔
۱۶۔ ابوعبید، کتاب الاموال، (مکتبہ الاثریہ جامع مسجد اہل حدیث سانگلہ ہل) ص ۱۴۰۔
۱۷۔ ایضاً ص ۱۴۰۔
۱۸۔ بنی اسرائیل (۱۷) ۳۴۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۹۔ احمد، المسند (دار الفکر، القاہرہ) ۳/ ۱۳۵۔
۲۰۔ مسلم، الجامع الصحیح ص ۷۶۹، حدیث نمبر ۴۵۲۹۔
۲۱۔ التوبہ (۹) ۴۔
۲۲۔ بخاری، الجامع الصحیح ص ۵۲۷، حدیث نمبر ۳۱۶۶۔
۲۳۔ اسلام اور امن عالم، ص ۷۳-۱۷۲۔
۲۴۔ الزمر (۳۹) ۹۔
۲۵۔ العلق (۹۶) ۱۔۵۔
۲۶۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، ص ۳۴، حدیث نمبر ۲۲۴۔
۲۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳/ ۱۵۷۔
۲۸۔ الدارمی، السنن (شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ، المدینہ المنورہ) ۱/ ۱۰۰۔
۲۹۔ ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، مقالات سیرت نبوی ۲۰۰۰ء، مقالہ ڈاکٹر تاج الدین الازہری، ۲/ ۴۱۷۔
۳۰۔ المائدہ: (۵) ۲۔
۳۱۔ ابوداؤد، السنن، (دار السلام الریاض) ص ۶۶۱، حدیث نمبر ۴۶۸۱۔
۳۲۔ ایضاً ص ۶۵۰، حدیث نمبر ۴۵۹۹۔
۳۳۔ ابوداؤد، السنن، ص ۶۹۳، حدیث نمبر ۴۹۱۸۔
۳۴۔ الحشر (۵۹) ۹۔
۳۵۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، (قدیمی کتب خانہ کراچی) ص ۲۵۸۔
۳۶۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسانِ کامل (الفیصل ناشران کتب لاہور، ۱۹۹۷ء) ص ۳۲۵۔
۳۷۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام حکمرانی، (مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن) ص ۹۷۔
۳۸۔ ایضاً ص ۱۷۲۔
۳۹۔ التوبہ (۹) ۶۰۔
۴۰۔ الحجرات (۴۹) ۹۔
۴۱۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد، السنن، (دار السلام الریاض) ص ۴۴۹، حدیث نمبر ۱۹۲۵۔
۴۲۔ البخاری، الجامع الصحیح ص ۸۷۱، حدیث نمبر ۷۰۹۷۔
۴۳۔ النساء (۴) ۱۔
۴۴۔ محمد بن سلامہ، مسند الشہاب، ۱/ ۱۴۵۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۴۵۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین، شعب الایمان (دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعہ الاولیٰ، ۱۴۱۰ھ) ۲۹۲/۴، حدیث نمبر ۵۱۴۶۔

۴۶۔ سیوطی، جلال الدین، الدر المنثور، ۹۸/۶۔

۴۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، (دار صادر بیروت)، ۲۵۵/۲۔

۴۸۔ المائدہ (۵) ۳۸۔

۴۹۔ النور (۲۵) ۲۔

۵۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص ۱۱۷۶، حدیث نمبر ۶۸۲۵۔

۵۱۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص ۷۵۲، حدیث نمبر ۴۴۳۱۔

۵۲۔ ابوداؤد، السنن، ص ۶۳۱، حدیث نمبر ۴۴۲۷۔

۵۳۔ النور (۲۵) ۴۔

۵۴۔ ابوداؤد، السنن، ص ۶۱۷، حدیث نمبر ۴۳۸۷۔

۵۵۔ روزنامہ جنگ، ص ۲ (۱۰ اگست ۲۰۱۱، ملتان)۔

۵۶۔ المائدہ (۵) ۳۸۔

۵۷۔ المائدہ (۵) ۳۳۔

۵۸۔ ابوداؤد، السنن، ص ۶۳۲، حدیث نمبر ۴۴۸۲۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.